نقدِ جاں
ڈاکٹر
وحید
قریشی
نگ میل
پبلی کیشنز

ادب کے قارئین ڈاکٹر وحید قریشی کو ایک بلند پایہ نقاد کی حیثیت سے جانتے ہیں لیکن بہت کم لوگوں کو اس بات کا علم ہے کہ وہ ایک اچھے اور خوش گفتار شاعر بھی ہیں ۔ ڈاکٹر وحید قریشی نے اپنی منظومات کو کتابی صورت میں شایع کر کے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ وہ جب کسی فن پارے پر اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں تو اس کے پس پشت ان کی اپنی قلبی واردات کا لامتناہی سلسلہ ہمیشہ موجود ہوتا ہے ۔ گویا وہ تخلیق کی آتش پنہاں ہی سے نہیں بلکہ اس کے کرب سے بھی آشنا ہیں ۔

ڈاکٹر وزیر آغا

سرورق : حنیف رامے
تصاویر : ذوالفقار احمد

-/٦

نقدِ جاں

نقدِ جاں

ڈاکٹر وحید قریشی

سنگ میل پبلی کیشنز
چوک اردو بازار ۔ پوسٹ بکس نمبر ۹۹۷
لاهور (مغربی پاکستان)

تعداد -- ایک ہزار

سنہ اشاعت -- مارچ ۱۹۶۸ء

ناشر :
سنگ میل پبلی کیشنز
چوک اردو بازار ، لاہور

مطبع :
جدید اردو ٹائپ پریس
۳۹- چیمبرلین روڈ ، لاہور

شنیده‌ام که به آتش نسوخت ابراهیم
ببین که بی شرر و شعله می توانم سوخت
(غالب)

شکریہ

جناب صوفی اے کیو نیاز صاحب کا ممنون ہوں کہ انھوں نے دو نظموں کا انگریزی ترجمہ عطا کیا۔ مجموعے کی تصویریں عزیزی ذوالفقار احمد کے مو قلم کی مرہون منت ہیں۔ ان کا احسان مند ہوں۔

و۔ ق

ترتیب

پیش لفظ

کرکٹ کے میدان سے لے کر پہلوانوں کے اکھاڑے تک، ایمپائر یا خلیفہ کا منصب اُسی کو ملتا ہے جس نے کبھی کرکٹ یا پہلوانی میں خود بھی کوئی اعزاز حاصل کیا ہو۔ مطلب یہ کہ راہ و رسم عاشقی سے وہی آشنا ہو سکتا ہے جو کبھی عشق میں مبتلا ہو کر صحرا نوردی سے لطف اندوز بھی ہوا ہو — حیرت ہے کہ تنقید کے میدان میں اکثر و بیشتر ایسے لوگ خلیفے اور ایمپائر بن جاتے ہیں جنہیں خود کبھی تخلیقی عمل سے گزرنے کی سعادت تک نصیب نہیں ہوئی۔ یہ لوگ فنی تخلیق پر حکم صادر کرتے وقت دوسروں کی آرا سے اندھا دھند استفادہ کرتے ہیں مگر اپنے تجربے سے کوئی تاثر اخذ نہیں کرتے۔ نتیجہ درسی تنقید کی صورت میں ایک عذاب الٰہی بن کر قارئین پر نازل ہوتا ہے۔

اس سلسلے میں ایک یہ حکایت بھی بہت مقبول ہے کہ بگڑا ہوا فنکار، ناقد بن جاتا ہے جس سے مراد یہ ہے کہ ناقد صاحب نے آغاز کار میں فنکار بننے کی پوری سعی کی تھی لیکن قدرت نے انہیں اُس "جوہر خاص" سے قطعاً "محفوظ" رکھا تھا جو فن کی تخلیق کے لیے از بس ضروری ہے۔ لہٰذا وہ اس بھاری پتھر کو چوم کر اس سے الگ ہوگئے اور تنقید کے میدان میں اپنی جولانیاں دکھانے لگے۔ لیکن خود تنقید بھی تو ایک تخلیقی عمل ہے اور "جوہر خاص" کے بغیر پھل پھول نہیں سکتی۔ اس لیے اگر اس میدان میں بھی انہوں نے اپنی انفرادیت کا اظہار نہیں کیا تو بات سمجھ میں آ سکتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ادب ان کا میدان ہی نہیں تھا۔ انہیں کسی اور جگہ قسمت آزمائی کرنا چاہیے تھی۔

ڈاکٹر وحید قریشی صاحب نے اپنی منظومات کو کتابی صورت میں

شائع کرکے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ وہ جب کسی فن پارے پر اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں تو اس کے پس پشت ان کی اپنی قلبی واردات کا ایک لامتناہی سلسلہ ہمیشہ موجود ہوتا ہے ۔ گویا وہ تخلیق کی آتش پنہاں ہی سے نہیں بلکہ اس کے کرب سے بھی آشنا ہیں اور اسی لیے ان کے تاثرات اور آرا اکتسابی نہیں بلکہ تجربے اور وجدان سے ماخوذ ہیں ۔ اس اعتبار سے ڈاکٹر صاحب کا یہ شعری مجموعہ ان کے تنقیدی مضامین کا ایک نہایت قیمتی ضمیمہ ہے اور اس کے مطالعہ کے بعد ڈاکٹر صاحب کی تنقید کے تخلیقی پہلوؤں کا جواز بآسانی مل جاتا ہے ۔

لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ڈاکٹر وحید قریشی کی شاعری کو کچھ کم اہمیت حاصل ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے اپنی ذات میں ڈوب کر اشعار کہے ہیں ۔ اور اس لیے کہے ہیں کہ ایسا کئے بغیر وہ رہ نہ سکتے تھے ۔ انہوں نے شعر کی بہت سی اصناف کو اظہار ذات کے لیے استعمال کیا ہے — قطعات و رباعیات ، غزل ، نظم پابند اور نظم آزاد ، ان سب میں انہوں نے یکساں پختگئی فن کا ثبوت دیا ہے ۔ اور اس دعویٰ کے ساتھ کہ ”دیکھ اس طرح سے کہتے ہیں سخنور سہرا“۔ پھر موضوعات کے ضمن میں بھی ڈاکٹر صاحب نے تنوع اور رنگا رنگی کا بہت خوب مظاہرہ کیا ہے ۔ ان کے ہاں دیہاتی زندگی کے پس منظر پر البیلی محبت کے نقوش بھی ابھرے ہیں ، تاریخ اور تہذیب کے پس منظر پر فکر و وجدان کی شوخ لکیریں بھی نمودار ہوئی ہیں اور انہوں نے آج کی ہاؤ ہو ، شوریدہ سری اور تہذیب کے انحطاط آمیز اور زوال آمادہ مظاہر کو بھی اپنی گرفت میں لیا ہے — اور یہ سب کچھ ایک خنک ، میٹھی ، سبک اور اثر انگیز زبان میں !

ادب کے قارئین ڈاکٹر وحید قریشی کو ایک بلند پایہ نقاد کی حیثیت سے جانتے ہیں لیکن بہت کم لوگوں کو اس بات کا علم ہے کہ وہ ایک اچھے اور خوش گفتار شاعر بھی ہیں ۔ اپنی منظومات کو کتابی صورت میں پیش کرکے ڈاکٹر صاحب نے اپنی شاعرانہ حیثیت کی خود ہی تشہیر کر دی ہے ۔

ایک بات اور! ڈاکٹر صاحب کی تنقید میں ایک خاص چبھن ہوتی ہے جو بڑا لطف دیتی ہے۔ جن لوگوں نے ان کی کتاب "شبلی کی حیات معاشقہ" پڑھی ہے وہ اس بات کی یقیناً توثیق کریں گے۔ لیکن اب ڈاکٹر صاحب نے اپنا مجموعۂ کلام پیش کرکے قارئین کی تنقیدی حس کو بھی بیدار کر دیا ہے۔ گویا جس حربے سے انہوں نے ادب کے میدان میں دہشت پھیلائی تھی، آج وہ خود اس کی زد میں ہیں۔ میں اب اُس روز کے انتظار میں ہوں جب کوئی ظریف، ڈاکٹر صاحب کے کلام کے مطالعہ سے ان کی "حیات معاشقہ" کو سطح پر لانے میں کامیابی حاصل کرے گا ع

صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لیے

۷ اپریل ۶۵ع (ڈاکٹر) وزیر آغا

بیتے لمحے

کس کی آواز اٹھی شام کی ویرانی میں
کون پھر آتش سوزاں کو ہوا دیتا ہے
ہیر پڑھتا ہوا خاموش چراگاہوں میں
کون بیتے ہوئے لمحوں کو صدا دیتا ہے

○

شہر

دور چھوڑ آیا ہوں میں آج مشینوں کا دھواں
شہر کا شور تو کانوں میں گھسا جاتا تھا
زندگی سل تھی کہ سینے پہ دھری رہتی تھی
درد آنسو تھا کہ آنکھوں سے بہا جاتا تھا

○

تیرا آنچل

لہلہاتے ہوئے سرسوں کے حسیں کھیت کے پاس
کس کے آنچل کا بھڑکتا ہوا شعلہ لپکا
بے کراں شام کی افسردہ فضا کانپ گئی
جیسے تاریک خلاؤں میں ستارہ ٹوٹا

○

ترنجن

گاؤں کی لڑکیاں ترنجن میں
گیت گانے لگیں عجیب عجیب
اور محسوس یہ ہوا مجھ کو
سانس لیتا ہے کوئی دل کے قریب

○

بارش

صبح کے نور نے پھیلائی تھیں کرنیں اپنی
بادل آئے تو گھٹا ٹوپ اندھیرا پھیلا
ماڑیاں مینہ کی ٹپا ٹپ سے ہوئی ہیں خالی
سلسلہ دودھ بلونے کی صدا کا ٹوٹا

○

آنسو

دیکھ اے گاؤں کی افسردہ و رعنا لڑکی
تیری پلکوں پہ یہ سہمے ہوئے تابندہ گہر
میرے معصوم تخیل کی طرح نرم و حسیں
تیرے مجبور نصیبے کی طرح خاک بسر

○

جوبن

جھوم کر لہریں جو لینے لگے جوبن اے جاں
مستیٔ شوق میں آنچل بھی ڈھلک جاتے ہیں
اس میں تیری نگہ ناز کی کچھ بات نہیں
جام خود تندیٔ صہبا سے چھلک جاتے ہیں

○

فسادات

کیا ختم ہوئے سرور و کیف و مستی ؟
کیا ٹوٹ کے رہ گیا طلسم ھستی ؟
اک شور سا اٹھ رہا ھے عالم عالم
اک آگ سلگ رہی ھے بستی بستی

○

افسردہ چراغ

افسردہ ہوئے چراغ اجڑی محفل
آنکھوں میں نمی نہیں نہ قابو میں ہے دل
آنکھیں ہیں کہ ڈھونڈتی ہیں تجھ کو ہر سو
دل ہے کہ پکارتا ہے منزل منزل

○

چاندی کے پھول

چاندی کے دمکتے پھول پودوں کے تلے
ٹوٹے ہوئے رات کی جبیں کے تارے
مخمل کی بچھی ہوئی سہانی سیجیں
اور سوچ میں ڈوبے ہوئے شبنم کے دیے

○

دھوئیں کے بادل

آنکھوں میں دھوئیں کے نرم بادل چھائے
جذبات نے گلرنگ ترانے گائے
سینے میں کھٹک سی اور منظر خاموش
اس جان بہار سے کہو آ جائے

○

سیل بلا

گو سیل بلا نے کر لیا ھے محصور
ہیں لاکھ جہاں میں اھل بینش مجبور
یہ دھیان لگا ھوا ھے رندوں کو ترے
اک موج طرب نواز آئے گی ضرور

○

کیسے کٹے گی رات

دل کھا ھی گیا تھا مات سوتے سوتے
پہنچی ھے یہاں پہ بات ھوتے ھوتے
اب اے دل ناتواں سنبھل بھی جا تو
یوں کیسے کٹے گی رات روتے روتے

○

مجبور

احساس کی نادیدہ وری سے مجبور
جذبات کی آشفتہ سری سے مجبور
کچھ آج سوا ھوئے ہیں شعلے دل کے
تخئیل کی اصنام گری سے مجبور

○

عمر رواں کی لہرو

ہر جست میں گم کیا کنارا تم نے
سو طرح سے درد کو ابھارا تم نے
اے عمر رواں کی رقص کرتی لہرو
کس کس کو فنا کے گھاٹ اتارا تم نے ؟

○

نیلے ساحل

چھایا ہے سکوت کیسا منزل منزل
لے آیا کہاں پہ آہ سوز غم دل
تنہائی کے بوجھ سے لرزتی شامیں
اور نیند کے پر فریب نیلے ساحل

○

غزل

وہ سامنے ہیں تو دل کی ہے اور ہی کچھ بات
جھکی جھکی سی نگاہیں رکی رکی سی حیات

یہ کائنات اگر دل کی ترجمان نہیں
اداس اداس سی ہے آج کیوں بھری برسات

جنوں نواز وفائیں مجھے عزیز مگر
یہ کیا کہا کہ محبت کو ہے جہاں میں ثبات

سکوت ناز پہ سرگوشیاں نثار ہوئیں
تری نگاہ نے کہہ دی ہے آج دل کی بات

یہ رات وہ ہے نشہ بھی ہجوم غم بھی ہے
کسی دلھن کے لیے جس طرح برات کی رات

○

غزل

مرا یہ شوق کہ تجھ سے رہوں میں وابستہ
مرا جنوں کہ تجھے آزما رہا ہوں میں

شب حیات کی تاریکیاں نہیں مٹتیں
خیال و خواب کی شمعیں جلا رہا ہوں میں

چٹک رہی ہیں تصور کی سیکڑوں کلیاں
سکوت شام میں کچھ گنگنا رہا ہوں میں

○

کہنے کو بے وفا سہی سب کچھ سہی مگر
سر بھی اٹھا سکے ہیں ترے آستاں سے ہم؟

○

غزل

تمھارے سوختہ ساماں جو پھر سے راہ پہ آئیں
عجب نہیں کہ وفا کا شعار بھول ھی جائیں

کسی کے ذھن پہ شام الم ھے سایہ فگن
گھنی سیاھیاں گلشن میں پھیل پھیل نہ جائیں

شب سیاہ میں تاروں کی چھاؤں کہتی ھے
کہ رو چکے غم ھستی کو آؤ اب کچھ گائیں

غم حیات سکوت الم میں لے ڈوبے
کبھی کبھی تری الفت کے گر فریب نہ کھائیں

اسی زمیں سے مقدر ھو جن کا وابستہ
وہ آسماں کی بلندی کے گیت پھر کیوں گائیں

○

ر کہاں پھروں گا زمانے کے غم اٹھائے ہوئے
وفا شناس رفیقو کوئی تو راہ سجھاؤ

○

غزل

بھول گئے الفت کے ترانے
آخر ہار گئے دیوانے

موسم گل ہو یا کہ خزاں ہو
دونوں ہیں رونے کے بہانے

زیست میں وہ لمحہ بھی آیا
دل آباد آنکھیں ویرانے

کب تک ساتھ ہمارا دیں گے
خوابوں کے یہ تانے بانے

غم کی گھڑیاں کیف بداماں
خوشی کے لمحے جھوٹے بہانے

○

کچھ اور بھی ہیں محبت کی مشکلیں اے دوست
یہی نہیں کہ مجھے تیرا اعتبار نہیں

○

غزل

غم کے ہاتھوں (شکر خدا ہے) عشق کا چرچا عام نہیں
گلی گلی پتھر پڑتے ہوں ہم ایسے بدنام نہیں
وہ بھی کیا دن تھے جن روزوں بے فکری میں سوتے تھے
اب کیسی افتاد پڑی ہے چین نہیں آرام نہیں
دل کے اجڑتے ہی آنکھوں نے حیف یہ عالم دیکھ لیا
جلوہ سر رہ کوئی نہیں ہے کوئی بروے بام نہیں
جس کے اثر سے بے خود ہو کر اپنے تئیں ہم رسوا ہوں
موج مے گل کے ہاتھوں میں ایسا کوئی جام نہیں
دل کا رونا دل کا کھونا لاکھ عذاب الیم سہی
ہمت ہار کے بیٹھ ہی جائیں ہم ایسے ناکام نہیں

○

تین شعر

لوگ ماتھے پہ لکھ کے لائے ہیں داستاں اپنی پارسائی کی
دشمنوں کے کفن اتار لیے دوستوں نے بڑی کمائی کی
سر سلامت رہے امیدوں کا خیر ہو کاسۂ گدائی کی

○

غزل

راگنی ایسی سنا دی ہم نے
آگ محفل میں لگا دی ہم نے

ہم نے انداز نیا اپنایا
رسم پارینہ مٹا دی ہم نے

قیس و فرہاد کے قصے چھوڑے
اپنی روداد سنا دی ہم نے

در اغیار پہ شعلے پہونچے
آگ کو جب بھی ہوا دی ہم نے

تیری نوخیز تمناؤں کو
آج مہمیز لگا دی ہم نے

بزم یاراں سے اگر اکتائے
در جانان پہ صدا دی ہم نے

ہجر کی رات نہ یاد آئے گی
ناگوارا تھی بھلا دی ہم نے

○

غزل

نہ جا نہ جا کہ ابھی دل میں حزن و یاس بہت ہے
ذرا ٹھہر کہ طبیعت ابھی اداس بہت ہے

خیال دشت و بیاباں نگار شب نہ سجھا تو
فسردگیٔ رہ غم ابھی تو راس بہت ہے

ترے جمال کا اے دوست یہ اثر تو نہیں ہے
چمن میں حسن بہاراں گلوں میں باس بہت ہے

ہوا کے دوش پہ آیا ہے قافلہ شب غم کا
سلگ رہے ہیں ستارے فضا اداس بہت ہے

وحید آج سنا دے فسانۂ شب ھجراں
ابھی تو درد فراواں دلوں کو راس بہت ہے

○

غزل

کوئی نہ چاهنے والا تها حسن رسوا کا
دیار غم میں رہا دل کو پاس دنیا کا

فریب صبح بہاراں بھی ہے قبول ہمیں
کوئی نقیب تو آیا پیام فردا کا

ہم آج راہ تمنا میں جی کو ہار آئے
نہ درد و غم کا بھروسا رہا نہ دنیا کا

تری وفا نے دیا درس آگہی ہم کو
ترے جنوں نے کیا کام چشم بینا کا

الجھ کے رہ گئی ہر تان سے نوائے سروش
طلسم ٹوٹ گیا حسن نغمہ پیرا کا

شب فراق میں تارے گنے تو نیند آئی
یہ حال ہو گیا آخر تمھارے شیدا کا

وحید گرمیٔ اندیشہ نے غضب ڈھایا
سلگ رہا ہے ابھی ہاتھ خامہ فرسا کا

○

— پیدائش زرتشت سے لے کر
ساسانی خاندان کے خاتمے تک
ظلمت و ضو کی کشمکش

ثنویت

شب فسردہ میں چاند تاروں کی محفلیں بجھ کے رہ گئی ہیں
اداس راہیں سکوں بداماں ،
ہوا میں قندیل جل رہی ہے
فضا کے شانوں پہ ایک دھندلی اسید کی لو مچل رہی ہے
مجھے بہاروں میں لذت آ گہی ملے گی :

آغاز

ترے چمن میں نہاں عشرتوں کے سو انداز
کلی کلی میں مسرت کی تیز رو آواز
یہ میں ہوں یا کسی آواز سرمدی کی لہک
یہ تو ہے یا سر گلزار ہفت رنگ دھنک
ہر ایک گل پہ بہاروں کا دلفریب ہجوم
ہر ایک شاخ پہ مرغان خوش نوا کی چہک
میں سوچتا ہوں حقیقت سے ہمکنار ہوں میں
کہ جگمگاتی بہاروں کا رازدار ہوں میں

یہ بڑھتے دریا کی موج ساحل سے دور لے جا کے چھوڑ دے گی
زمانہ کروٹ بدل رہا ہے

ھوا میں قندیل جل رہی ہے
ھوا تو اک تند و تیز نغمہ ہے ....
(کس کی آشفتہ خاطری کا)
ھوا کی ہر آن تیز گامی ؛
نجانے کتنے شکستہ بجروں کو لے کے چل دی کہاں کہاں پر
ہر آرزو دل میں کہہ رہی تھی کہ میں کولمبس بنوں گی ، اک دن
مرے لیے ایک تازہ ساحل کی آرزو ھی بہت ہے ، دیکھو
ملا نہ ساحل تو لوٹ آؤں گی ، لوٹنے میں خطر ھی کیا ہے
ھوا میں قندیل جل رہی ہے :

سکوت صبح مسرت میں راگ رنگ بھی ہے
هجوم لالہ و گل بھی ہے صوت چنگ بھی ہے
نگار صبح نے الٹی ردائے خاموشی
دلوں میں جاگ اٹھا ہے خیال بے نوشی

اھیربد کو بتایا ہے آج موبد نے
بلندیوں سے اتاریں گے نقش ھائے کہن
تجھے بھی محرم راز جنوں بنائیں گے
تجھے سنائیں گے ہم قصہ ھائے دار و رسن

یہ سوم رس جو رگ و پے میں سر سرائے گا
دل فسردہ اسی سے قرار پائے گا
جہان ظلمت و ضو کا ترانۂ بے رنگ
اسی بہار فروزاں میں ڈوب جائے گا

یہ مرغزار، یہ سبزہ، یہ باختر کی زمیں
یہاں تو رقص کناں ہے سکوت خواب نشیں

لرزتے دریا کی سطح رخشاں پہ آنسوؤں کی جھڑی لگی ہے
یہ موت ہے یا کہ زندگی ہے
لرزتی قندیل تیز طوفاں کی زد میں آ کر جلے تو کیسے ؟
تھرکتی لو ہچکیوں میں تحلیل ہو کے آنسو بہا رہی ہے
اداس راہیں سکوں بداماں،
—ملا نہ ساحل تو لوٹ آؤں گی لوٹنے میں خطر ہی کیا ہے—
فتیلہ اپنی زبان کھولے فضا کی ظلمت کو چاٹتا ہے ؛

مانی

نفس کی آمد و شد پر ہے انحصار حیات
طلسم خانۂ ہستی کی دل کشی پہ نہ جا
یہ راگ رنگ کی محفل سراب ہے اے دل
فسردہ زیست کے سانچوں میں ڈھل رہا ہے جہاں

وجود آدم خاکی کا راز کچھ بھی نہیں
نظام نور مقید کیا تھا ظلمت نے
اسی لپیٹ سے ابھری تھی زندگی کی کرن
ظلام و نور کی موجوں میں ٹھوکریں کھا کر
یہ نقش ماند تو پڑتے ہیں مٹ نہیں سکتے

اڑے گا نور کبھی کہکشاں کے شانوں پر ؟
کبھی کسی کو ملے گا بھی چین یا کہ نہیں ؟

کشا کش اہرمن کے ہاتھوں ہے جیب یزداں بھی پارہ پارہ
بلندیوں سے سرک رہا ہے سروش کی ہر نوا کا دھارا
یہ بڑھتی ندی ! یہ چڑھتا دریا !
فلک پکارا مجھے گوارا !
زمین بولی مجھے گوارا !!
میں اپنی آغوش مادری میں حیات کی کہنہ پھلجھڑی کو....
سکوت کا درس دے سکوں گی ،
لرزتے دریا کی سطح رخشاں پہ آنسوؤں کی جھڑی لگی ہے :

مزدک

یہ سیمیا کا جہاں ہے کہ فتنۂ زرتشت
یہ موبدوں کے ٹھکانے زر و جواہر میں
یہ ریل پیل امیروں کے در پہ دولت کی

جہان تنگ ہے اتنا پہ سب کو جینا ہے
سبھی کو زیست کا یہ تلخ جام پینا ہے

یہ بھوک پیاس، یہ غصہ، یہ نفس امارہ
سیاہ دیو تباہی کے ہر طرف موجود
ابھی ثبات ہے ان کو مغوں کی برکت سے

یہ سارے فتنے مٹیں گے، مٹیں گے آپ ہی آپ
الاپ راگ مساوات کا الاپ الاپ

مری حیات ہے ناواقف حیات ابھی
مرے غموں کا نہ چارہ ہے خودکشی میں نہاں
نہ جستجو ہے مداوائے تیرگیٔ حیات

اس ایک آس پہ بیٹھا ہوا ہوں مدت سے
بجھے بجھے سے یہ لمحے گزر ہی جائیں گے

ہزاروں شعلے لپک رہے ہیں ،
ہزاروں گیتوں کی سلوٹوں میں
وہ زندگی کے فسردہ لمحے
کہ جن سے تنہائیاں الجھ کر سکوت ہستی پہ رو رہی تھیں
مجھے الم میں ڈبو رہی تھیں
ہزاروں خاموشیوں کو پہلو میں لے کے جانے کدھر گئے ہیں

فضا کے بڑھتے جنوں کی آسودگی یہ کیا مجھ سے کہہ رہی ہے
بہار کے لالہ رنگ دامن
سیاہیوں کو سکوت شب کو !!
بلندیوں سے گھسیٹ کر راکھ کا فقط ایک ڈھیر کر کے
کسی گپھا میں اتار دیں گے
یہ چاندنی کا اداس نغمہ نہیں رہے گا
یہ ٹمٹماتے ہوئے ستارے
مزار شب پر دیوں کے پارے
یہ جھلملاتی ہوئی قطاریں نہیں رہیں گی
فسردہ دم توڑتی بہاریں نہیں رہیں گی

فضا کے بڑھتے جنوں کی آسودگی یہ کیا مجھ سے کہہ رہی ہے
ہزاروں شعلے لپک رہے ہیں

انجام

ہزاروں شعلے لپک رہے تھے تو دل نے سوچا :

مرے مقدر میں غم کی تاریکیاں لکھی تھیں
ہر آرزو چیختی تڑپتی اداس راہوں میں گھومتی تھی
(کہ سجدہ گاہوں میں گھومتی تھی)
مرا جنوں مجھ سے کہہ رہا تھا
یہیں معابد کی ظلمتوں میں سکوں ملے گا
یہیں پہ البرز کی پہاڑی کے اس سرے پر
سگ تمنا کی ضو فشاں غم گذار آنکھیں
وفور نکہت سے جگمگا کر
مری بہاروں کو تازگی کا پیام دیں گی
مگر یہ لمحہ گذر چکا ہے
سکوں کی لہروں نے باختر سے اٹھا کے طوفان رنگ و مستی
فضائے گیتی پہ خون کی دھول ڈال دی ہے
کہیں دریچوں میں روشنی کا کوئی سہارا نہیں رہا ہے
بلند ایواں میں دل گرفتہ حزیں شعاعیں
شکستہ و ریختہ ستونوں پہ جم گئی ہیں
مرے مقدر میں غم کی تاریکیاں لکھی ہیں

شب فسردہ میں چاند تاروں کی روشنی بجھ کے رہ گئی ہے
فتیلہ اپنی زبان کھولے فضا کی ظلمت کو ڈس رہا ہے
بلندیوں سے اترتا یزداں بھی ہنس رہا ہے
کہاں کولمبس !!! کہاں سفینہ !!!
شب فسردہ میں چاند تاروں کی محفلیں بجھ کے رہ گئی ہیں
ہوا میں قندیل جل رہی ہے

○

ارماں

کتنا بے کیف ہے راوی کا دھندلکا افسوس
کوئی انداز بھی ہو رات کی خاموشی کا
کوئی کشتی بھی نہیں موج سبک رو کے قریب
کچھ مداوا بھی نہیں شب کی گراں گوشی کا

ظرف ہر موج میں گم مہرنسا ، تاج محل
کتنے ٹوٹے ہوئے اصنام ہیں ان راہوں پر
کتنے الجھے ہوئے گیسو ہیں مری بانہوں پر
(انگلیاں دست حنائی کو ترس جائیں گی ؟)

نہ ہوا کوئی بھی تسکین کا ساماں نہ ہوا
دور تک پھیلی رہیں رات کی منزل گاہیں
لے کے آغوش میں ظلمات کی تنہا راہیں
خامشی پردۂ اسرار میں لہراتی رہی

اپنی بگڑی ہوئی قسمت کا رہا ہے ارماں
اک نیا درد ہے جذبات کے پہلو میں رواں

○

خستگی

نہ جانے کون سی بستی میں جاکے دم لے گا
یہ رفعتوں سے الجھتا ہوا سیاہ دھواں
خمار نیم‌شبی ہر طرف ہے سایہ فگن
ہر ایک سمت فضاؤں میں تیرگی ہے رواں

خموشیوں کے سلگتے ہوئے سیہ آنچل
مہیب رات کے سینے پہ تار تار ہوئے
جمود وادیٔ تاریک میں ہوا مدغم
سبھی حیات کے آثار رہسپار ہوئے

لٹک کے سو گئے تارے فضا کے دامن میں
نظر کے سامنے بکھری ہوئی ہے کاھکشاں
خیال عارض تاباں نہ یاد صحبت دوست
بھٹک رہا ہے نہ جانے مرا خیال کہاں

گئے وہ دن کہ محبت سے همکنار تھی میں
گئے وہ دن کہ تھی وابستہ ان کے نام سے زیست
گئے وہ دن کہ فسردہ تھی کائنات مری
کنارہ کش ہوئی آخر خیال خام سے زیست

مرا وجود سہارا بنا ہے میرے لیے
ہر ایک راہ پہ لذت کی بھیک مانگی ہے
فریب عشق نے بے تابیاں مجھے دی تھیں
ہر ایک شخص نے آسودگی عطا کی ہے

کچل کے رکھ دیا احساس دوستی میں نے
ترا خیال مگر پھر بھی جلوہ کار رہا
ترا خیال تھا ، لذت تھی ، انتقام بھی تھا
لٹا شباب تو یہ بھی طلسم ٹوٹ گیا

مری نظر میں ہیں اب تک مزار الفت کے
نہیں نہیں مجھے اب حسرت گناہ نہیں
سکوت عشرت ماضی پہ خندہ زن ہی سہی
فریب خوردہ نظر کو کسی کی چاہ نہیں

○

جفائے دوست کی ارزانیوں کی بات نہیں
مری وفا سے بھی خون جگر پیا نہ گیا

○

مرگ آرزو

اب بہت دور کہیں گوشۂ تنہائی میں
میری تخئیل کی پر سوز لپکتی آواز
دم بدم لمحہ بہ لمحہ کسی گہرائی میں
ڈوبتی شام کی مانند ہے محو پرواز

ماتمی رات کی بے سود گراں جانی سے
نور و آہنگ کے خاموش اشارے نہ ملے
وادیاں گنگ ہیں جذبات کی ویرانی سے
بام گردوں پہ چمکتے ہوئے تارے نہ ملے

سوچتا ہوں کہ مجھے زیست کی ان راہوں میں
اپنے احساس کی موجوں ھی سے چلنا ہوگا
تیرہ و تار " اندھیروں کی کڑی بانہوں میں "
ان دھواں دیتی ہوئی شمعوں کو جلنا ہوگا

○

تعمیر جنوں

(۱)

یہ طلوع صبح نو
یہ طلسم نرم رو
کاروان شام غم
سیل ہستی یم بہ یم
آسماں پر ہیں رواں
بکھری بکھری بدلیاں
ایک صبح احمریں
ایک خواب دلنشیں

(۲)

اور یہی موج طرب
رفتہ رفتہ سب کی سب
گم شکست ساز میں
درد کی آواز میں
ان گنت تاروں کی موت
صبح کی دلدوز صوت
بوئے مے میں بوئے خوں
ہائے تعمیر جنوں

(۳)

اور یہ پہنائے سحر
مردنی سی جلوہ گر
آج ان لمحات میں
میرے احساسات میں
بجھ گئی شام طرب
رہ نورد شام اب
دل میں پچھتایا تو کیا
لوٹ بھی آیا تو کیا

(۴)

گاؤں کی پگڈنڈیاں
داستاں در داستاں
ان بتان نازکی
جن کے دیکھے سے کبھی
دل کی گہری وسعتیں
خلد کی باتیں کہیں
جن کے سیمیں قہقہے
خواب ہو کر رہ گئے

جو فروغ ماہ تھے
جو چراغ راہ تھے

جا چکے پردیس میں
مفلسی کے بھیس میں
جانے اب یاد وطن
کس قدر ہو دل شکن
اور نئے ماحول میں
وادیٔ پر ہول میں
ان کے عریاں تن بدن
ڈھونڈتے ہوں پیرہن
گاؤں کی پگڈنڈیاں
آج بھی ہیں نوحہ خواں

(۵)

شہر کا شور و شغب
اور یہ رنگ طرب
ایک موج سر خوشی
ایک روح تازگی
آج تک جیسے کبھی
یہ فضا بدلی نہ تھی
وسعت افلاک میں
خندۂ بے باک میں
ایک گہری خامشی
ایک سنگیں بے حسی

(٦)

ختم ہو جانے کو ہے
آج کھو جانے کو ہے
وہ نشاط سرمدی
وہ سکون زندگی
اور یہ پھیلے ہوئے
رنگ و بو کے قافلے
میں انہیں دیکھا کروں
ایک دنیائے سکوں
نیند میں ڈوبی ہوئی
یہ سحر کی دلکشی
کیا یہی انجام تھا
میرے دل ناکام کا
بوئے مے میں بوئے خوں
آہ تعمیر جنوں

○

میرے فن کار

اس سے پہلے کہ ترے ذہن کے ہر گوشے میں
بکھرے جذبات سیہ برف کی قاشیں بن جائیں
اس سے پہلے کہ حزیں شام کی تاریکی میں
تیرے افکار فراعین کی لاشیں بن جائیں

بزم ہستی میں نئی جوت جلا الفت کی
زیست کو خوگر لمحات وفا ہونا ہے
اک نیا دور پس پردۂ تاریک تو ہے
عالم شوق کو مصروف غنا ہونا ہے

○
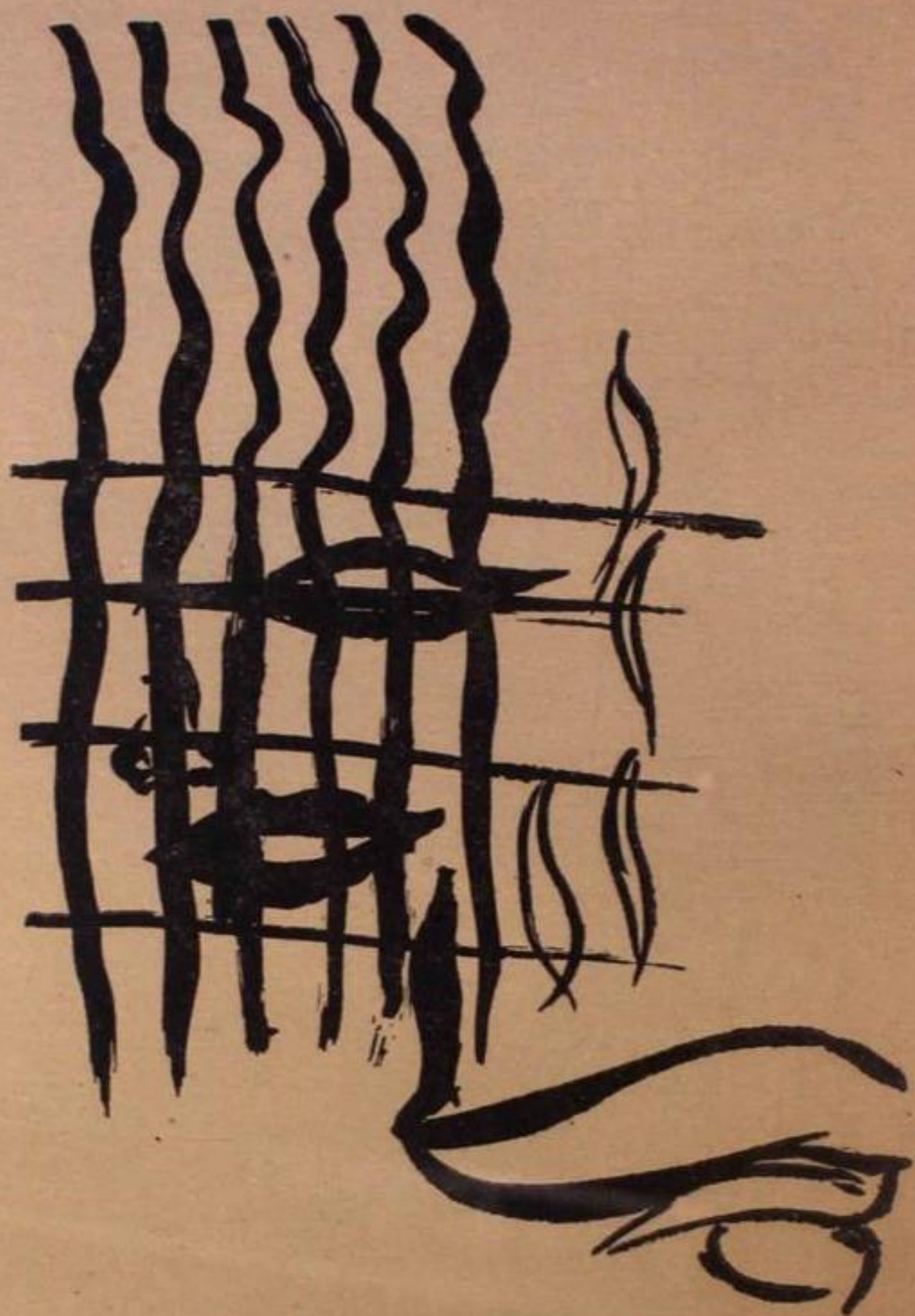
زندگی

کس قدر ویراں ہے میری زندگی
جیسے دیوالہ کوئی
خود کو مردہ جان لے
اور اپنی موت پر
اشک افشاں ہو اندھیری رات میں

(ماخوذ)

○

فاحشہ

کہ شیخ جی کی شاہناز ——
خادمہ ہے قوم کی
اُسے رفاہ عام کا خیال ہے،

○

شجر ممنوعہ

میں نے آدم کو دکھایا نئے فردوس کا خواب
نئے رومان، نئی صبح وصال
اک نیا کیف تمناؤں کی آزادی کا

آسمانوں سے گریں کلیاں ستارے بن کر
اور شبنم میں نہائی ہوئی اک پتی پر
داستاں لکھی گئی رات کے ارمانوں کی

——کتنا رنگیں تھا مرے عہد وفا کا آغاز

○

A FORBIDDEN TREE

To Adam

I gave the vision
Of a New Paradise—
A new sense of romance ;
A new sense of union ;
A new feeling of elevation ;
A feeling of intoxication,
At the untrammelled
Freedom of desire!
From the heavens above
Came down a shower
Of bunds, had turned
Into stars! And, on a leaf,
Fresh bathed in dew,
Was inscribed the tale
Of the poignant longings
Nursed by the night!
Ah, how glorious, indeed,
How full of colour,
Was the begining
Of my Pledge
Of Loyalty and Love!

A. Q. Niaz
2-12-64

رقص

جل پری رقص کناں
ھلکا ھلکا سا فضاؤں میں سرور
عود و عنبر سے رچی خلوت میں
میرے جذبات کو سہلاتا ھوا اک طوفاں

آس کے پاؤں سر شام ھی بوجھل بوجھل
وادیٔ شوق میں اک گرم بہار
اور ترا جسم سہکتا گلزار

تو یہ کہتی ہے تو سچ کہتی ہے :
اب یہاں میں نہ کبھی آؤں گی

○

AT A DANCE

A Meramid, dancing
On the waves! A soft
And silken sense of joy,
Afloat on the air!
A privacy, a solitude,
Soaked in fragrance!
A storm, lightly touching,
And gently rubbing in,
The whole range
Of my emotions!
The feet of hope,
Rather heavyish,
From an early hour
In the afternoon!
In the Valley of Love
And ardour, a feeling
Of the warmth of spring!
And in this setting,
Your body, sweetly,
Very delicately perfumed
Like the sparkling
Blooms in a garden!
Yes, ah yes! You speak
The truth when you say
You never will come here-
Again!

A. Q. Niaz
2-12-64

ایک رنگ ، تین رنگ

اگر کوئی تم سے پوچھ بیٹھے کہ تم کہاں تھیں ! تو کیا کہو گی ؟
بتا سکو گی ؟
ہزار طعنے کئی نگاہوں کے تازیانے
تم اب کہاں تک چھپا سکو گی
بتا سکو گی ؟

قدم قدم چل کے جا ہی لیں گے
یہ سب سنیہا سے آ رہی ہیں
انہیں یہ احساس ہے کہ ہم ان کے پیچھے پیچھے ہی آ رہے ہیں
وہ ان کی باتیں ، وہ ان کی چھلیں
ترستی نظریں گداز سینوں کو دیکھتی ہیں تو پوچھتی ہیں
کہاں ملو گے ؟

یہ والز روزا کی دھن پہ قدموں کی سست گردش
یہ رقص کی رات یہ جوانی
تمہاری چشم خمار آگیں میں ایک ہیجان سا بپا ہے
دھواں دھواں سنسناہٹیں سی
دبی دبی مسکراہٹیں سی
تھرکتے سینے، لرزتے سینے
کلی کلی کو نکھارتے ہیں
نکھارنے دو !!

○

میرے احساسات

وقت کی سیمیں لہروں میں
آوازیں ھی آوازیں ہیں
کون آیا ھے ؟
دروازے پر ہولے ہولے
قدموں کی چاپ سنائی دیتی ھے
کون آیا ھے ؟
نیند میں غلطاں غلطاں لہریں
وقت کی سیمیں لہریں
لمحوں کی بکھری تابانی
احساس کے پردوں پر سایوں کی جھنکاروں میں
الجھا الجھا ایک فسون مدھوشی پھیلاتی ہیں
خلوت گاہ میں خاموشی ھی خاموشی ھے

دکھ سکھ مجھ سے باھر ھے
دکھ سکھ جزو حیات نہیں
میرے احساسات بھی شاید
میرے احساسات نہیں

ابر گریزاں کے ٹکڑے ہیں
ان دیکھے ان جانے جزیروں کی جانب اڑتے ہی چلے جاتے ہیں
روح ابد کو شرماتے ہیں
وقتی احساسات مرے کام آتے ہیں

بے حس لمحہ !
وقت کی شوخ چٹانوں سے ٹکرا کے
ٹوٹ کے رہ جائے گا
وہ تو ساتھ نہیں آئے گا
میرے احساسات مرے کام آئیں گے

(ماخوذ)

○

روشن لکیروں کے تاجر

(۱)

یہ روشن لکیروں کے تاجر
مجھے درس دیتے ہیں صبر و سکوں کا ـــــ
جنوں کا

(۲)

یہ تاجر متاع وفا کے
انھیں روز و شب ایک ھی دکھ نے
بے خواب راتوں میں ،
بے رنگ یادوں کا مدفن دیا ھے
مجاور ہیں یہ عظمت باستاں کے
امیں ہیں سیاست کے ،
زنداں شب کے ،
انھیں کے رگ و پے میں وہ خون ھے جس کی گردش
سلاخوں کو ،
زنداں کے دیوار و در کو ،
بھیانک طلسمی فضا کے جلو میں
دریدہ دھن بھیڑیوں کے لیے
کھول کر
قتل و غارت کا ساماں فراھم کرے

(۴)

یہ تاجر متاع ہنر کے
انھیں ایک ہی آرزو ہے
کہ ان کی تمناؤں کے مدفنوں کے
دیے ٹمٹماتے رہیں
عظمت باستان کی صلیبیں اٹھیں
اور زد میں کئی خوب رو نوجواں
سر بزانو ، لرزتے رہیں
اور وفا کے اکھاڑے میں ،
آہوں کی
چیخوں کی ، قندیل روشن رہے

(۵)

یہ وہ بھوت ہیں رات کی ظلمتوں کے
جنھیں بس یہی آرزو ہے
کہ رہرو انھیں دیکھ کر تھرتھراتے رہیں ، خوف کھاتے رہیں

(٦)

یہ روشن لکیروں کے تاجر
مجھے درس دیتے ہیں مہر و وفا کا ــــــ
ریا کا

○
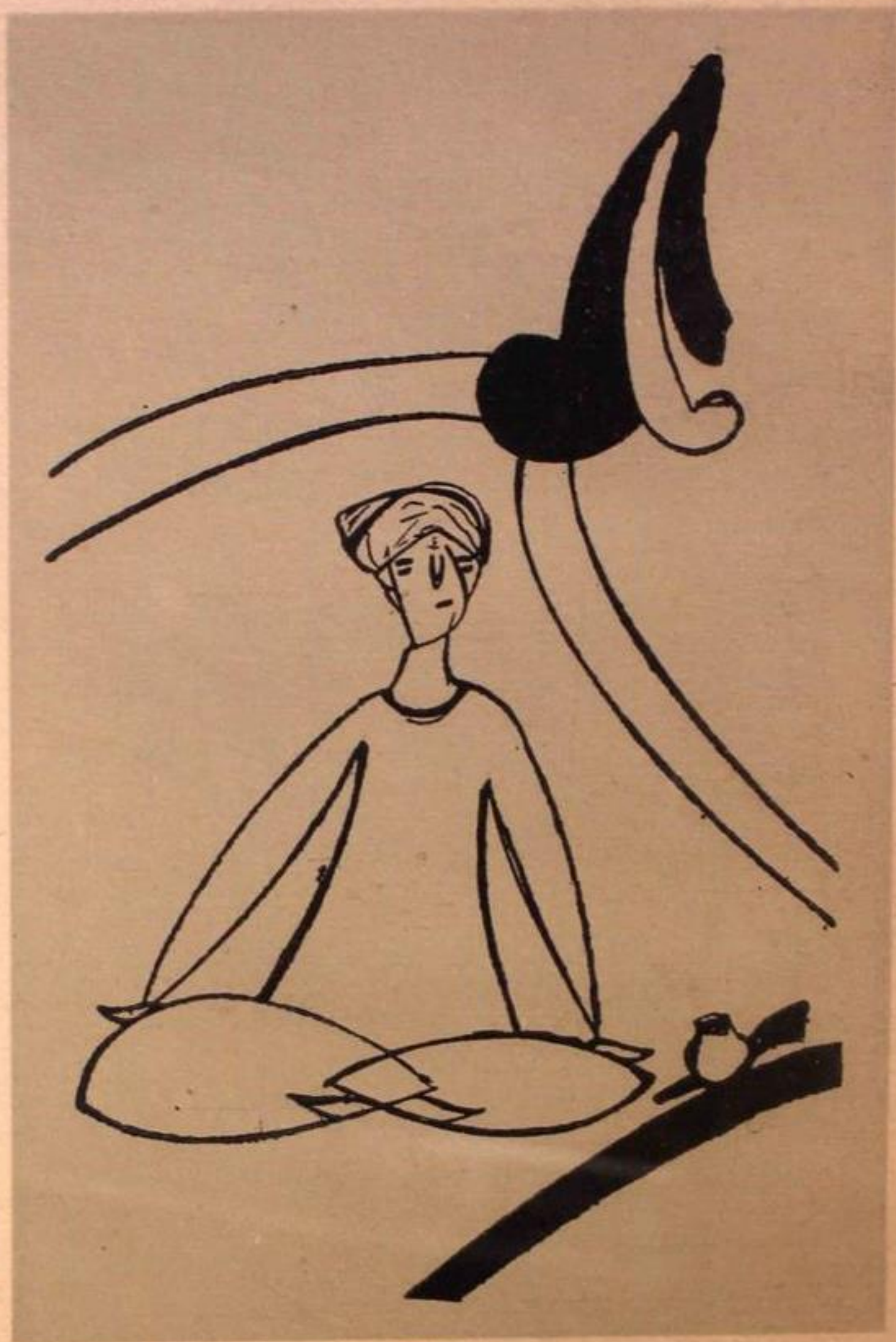
دوہے

بِرہ اگن نے آئے کے ، چھین لیا سکھ چین
پی پہنچے پردیس میں ، میں روؤں دن رین

○

باتیں کل من بھاونی ، ہردے زہری ناگ
نگری کپٹ کرودھ کی ، مورکھ پھوٹے بھاگ

○

پی کی نگری آئے کے ، من میں لاگے گھاؤ
ہم بیٹھے جی ہار کے ، دھرے رہے سب چاؤ

○

آشا جس سے جی اٹھے ، ایسا حال سناؤ
ہاتھ کی ریکھا دیکھ کے ، من کی بات بتاؤ

○

چتون تیز کٹار سی ، سندر کومل گات
جوبن سکھ کی سیج ہے ، کون بڑھائے ہات

○

گیانی ہو گنوان ہو ، ایسے شبد سناؤ
سلگے آگ شریر میں ، دھکے من کا الاؤ

○

غزل

تنگ آمدم از این همه رنگینیٔ حیات
بخت سیاه و گوشهٔ زندانم آرزوست
داغم که داده اند مرا گل چمن چمن
نازم باین که تنگیٔ دامانم آرزوست
در تابم از نشاط سے و نغمه و سرود
آهی که دل فگار شود آنم آرزوست
آه و فغان و ناله و سوز و غم و الم
از دست دوست این همه سامانم آرزوست
برحال من نگاه کن ای صاحب نظر
دانی ز چشم لطف تو درمانم آرزوست

○

قطعات

(۱)

نگار بستن گل‌های شوخ و شنگ به بین
چمن طرازیٔ نیسان بسطح سنگ به بین
به هزره کاری ساشین پشت پا بر زن
بروی سبزه نظر کن طلسم رنگ به بین

(۲)

فروغ مهر و مه را وام کردم
می رنگین درون جام کردم
برون کردند از خلد برینم
که من ذوق نظر را عام کردم

مسعود سعد سلمان

(خود کلامی)

چه گویمت که مرا که برون زندان کرد
بمرد شاه بمن روزگار آسان کرد
صبا به بوالفرج رونی ام خبر برسان
فلک به گردش خود کار شه پریشان کرد
بیاد اوست که از سر گرفته ام ناله
بنام اوست که حبیب مرا گلستان کرد
نوای مرغ گرفتار؟ این ست کار بدیع
کسی نکرد که مسعود سعد سلمان کرد
به عرش و کرسی صدای صبی چو کرد گزر
دعا ز راه اجابت قبول یزدان کرد
برای این که شود ختم کار دشمن من
نگاه دیدهٔ پر اشک کار پیکان کرد
بحکم آن شه والا نشان بود که کنون
همای اوج سعادت مرا سلیمان کرد
کسی نبود که دامن بدست خود گیرد
خدا بحال من ناتوان چو احسان کرد
ز مهر اوست که اکنون سوی لهور شدم
ز لطف اوست که دردم قرین درمان کرد

ثنا کنم بخدا و سخن کنم کوته
بنام او که مرا همنوای حسان کرد

○

غزل

برد ما را بشهر رسوائی وای بر راه ناشکیبائی

می رود سست گام و بی آواز قافله های سوز تنهائی

بر سر ما قیامتی آورد رنج های فشار تنهائی

از جمالت بهار تازه دمید ای نگار فسون رعنائی

از تو آید ز گل نمی آید این همه طرفگی و زیبائی

یک دو لحظه بخاک ما در آ
ای که بر خاک ما نمی آئی

غزل

تو چه می دانی چه طرز شاعری داریم ما
در رگ هر شعر نبض زندگی داریم ما

تو چرا از چشم ما مستور می مانی بیا
با تو ربط خاص ای سرو سهی داریم ما

ما نمی خواهیم بر رویت نقاب تیره رنگ
جلوه های بی محابا را خریداریم ما

ما ز وصل تو بسی گل‌های لذت چیده ایم
تا نه پنداری که دامان تهی داریم ما

ذوق ما را آب و رنگ تازهٔ بخشیده است
آن بت سیمین که در آغوش می داریم ما

○

غزل

سخنی که شعله ریزد بدماغ پخته کاران
عجب این که در نه سازد برضای شهریاران
بجمال ماه سیمین غزلم گرفت رنگی
نه بذوق هم نشینان نه بذوق دوستداران
سزد این که خویشتن را به عذاب کشته باشی
که دلت اثر نگیرد ز جمال گلعذاران
بشود که درد هجران سر و سینه را بسوزد
گل نغمه گر نیابم ز مغنیٔ بهاران
مگر این که می نه زیبد که ز بزم رفته باشم
چه کنم که خوش نیاید ره و رسم خامکاران

○

کلیات ظفر	جلد اول	۱۵/-
" "	جلد دوم	۱۰/-
رباعیات انیس	مرتبہ : عمر فیضی	۳/-
انتخاب مومن	مرتبہ : مشرف انصاری	۳/-
نقد سرشار	مرتبہ : تبسم کاشمیری	۳/۷۵
خیالستان	مرتبہ : حیات احمد خاں سیال	۳/-
باغ و بہار	میر امن دہلوی	۳/-
باغ و بہار ایک تجزیہ	ڈاکٹر وحید قریشی	۳/-
سب رس کا تنقیدی جائزہ		
	مرتبہ : احسان الحق اختر	۱/۲۵
دہلی کا یادگار مشاعرہ		
	مرتبہ : احسان الحق اختر	۲/۲۵
قرآن اور اقبال	ابو محمد مصلح	۲/۲۵
تاریخ ادب اردو	سکمینہ	۱۲/۵۰
آب حیات کا مطالعہ	احسان الحق اختر	۴/-
مثنوی سحر البیان	مرتبہ : احسان الحق اختر	۳/۷۵

ڈاکٹر وحید قریشی ۱۴ - فروری ۱۹۲۵ء کو پیدا ہوئے، آبائی وطن گوجرانوالہ - ۱۹۴۰ء میں اسلامیہ ہائی سکول بھاٹی گیٹ لاہور سے میٹرک، ۱۹۴۲ء گورنمنٹ کالج لاہور سے ایف - اے، ۱۹۴۴ء بی - اے (آنرز فارسی)، ۱۹۴۶ء ایم - اے فارسی، ۱۹۵۰ء ایم - اے تاریخ کے امتحانات پاس کیے - ۱۹۴۷ء سے ۱۹۵۰ء تک یونیورسٹی اورینٹل کالج میں الفرڈ پٹیالہ ریسرچ سکالر ہوئے، ۱۹۵۲ء میں Insha Literature in Persian—a critical study کےموضوع پر فارسی میں پی ایچ ڈی کی ڈگری لی - ۱۹۵۱ء تا ۱۹۵۶ء اسلامیہ کالج گوجرانوالہ میں شعبۂ تاریخ کے صدر تھے - ۱۹۵۷ء میں اسلامیہ کالج سول لائنز لاہور میں شعبۂ تاریخ سے منسلک ہوئے - ۱۹۵۸ء تا ۱۹۶۲ء صدر شعبۂ فارسی رہے - ۱۹۶۵ء میں "میر حسن اور ان کا زمانہ" کے موضوع پر ڈی لٹ اردو کی ڈگری حاصل کی - ۱۹۶۲ء سے یونیورسٹی اورینٹل کالج میں شعبۂ اردو میں لیکچرار ہوئے - ۱۹۶۶ء میں شعبۂ اردو میں ریڈر مقرر کیے گئے - یونیورسٹی کی ملازمت کے علاوہ آج کل مدیر اعزازی صحیفہ اور تاریخ ادبیات (پنجاب یونیورسٹی) اور اردو لغت (مرکزی ترقی اردو بورڈ) کی مجلس ادارت میں شریک ہیں -

تصانیف:

(ادبی و علمی) شبلی کی حیات معاشقہ، مقدمہ شعر و شاعری، مطالعۂ حالی، میر حسن اور ان کا زمانہ، نامۂ عشق، ثواقب المناقب، انتخاب سودا، دربار ملی، پنجاب میں اردو، اردو کا بہترین انشائی ادب، مثنویات میر حسن (جلد اول)، دیوان جہاندار، عمل صالح (شاہجہاں نامہ جلد اول، دوم)، ارمغان لاہور، ۱۹۶۶ء کے بہترین مقالات، تنقیدی مطالعے، باغ و بہار ایک تجزیہ، مثنوی سحرالبیان، یار نامہ، تذکرۂ ہمیشہ بہار، انتخاب آتش اور کلاسیکی ادب کا تحقیقی مطالعہ -

(درسی کتب) جدید ترجمۂ فارسی، Pakistan Historical Readers. چھ جلدوں میں، ادب پارے، اردو کی ساتویں کتاب (دو حصے) -